اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کا مختصراً جائزہ

محمد بلال ساجد*

ABSTRACT:

Every analogical and practical struggle for the religion Islam known as ijtihad. There are two types of ijtihad. Firstly, individual ijtihad is ;according to sharia, able and devoted struggle of scholar for the b better ment of religion ,Secondly, collective ijtihad denotes to the collective and scholarly efforts of Islamic scholars and their consensus o n a issue under the banner of sharia. This concept of ijtihad is carried out through parliaments.Parliament is an English word which is derived from a French word " porliment" it means to talk and discuss.In short, parliament means discussion. Today,the parliament have become platforms for the representative of people to highlight the national issues in parliaments around the world.

The concept of collective ijtihad was firstly ,given by allama Iqbal ,however, prominent scholars like; Syed Suleman Nadve,Mufti Taqi Usmani and other scholars of paraistn strongly criticized the idea of Iqbal and negated it respectively.

Keywords: Ijtihad, Parliament, Schalors, Individual Ijtihad, Collective Ijtihad, Islam.

اجتہاد کا تعارف

عربی زبان کے اکثر و بیشتر الفاظ کسی نہ کسی سہ حرفی مادے سے مل کر بنتے ہیں لفظ اجتہاد کا مادہ ''ج ہ د'' ہے دراصل اس مادے سے عربی کے دو لفظ بنتے ہیں جو شریعت اسلامی میں بنیادی اصطلاحات کا درجہ رکھتے ہیں ایک اجتہاد اور دوسرا جہاد۔اجتہاد کا لفظ دین اسلام کے فکری غلبہ کے لئے کی جانے والی ہر کوشش اور سعی و جہد کیلیے استعمال کی جاتی ہے۔جبکہ جہاد کا لفظ دین اسلام کے سیاسی غلبے کی ہر قسم کی کوشش اور جہد و جہد کیلیے مستعمل ہے۔لہذا ہمارا موضوع اجتہاد ہے تو ذیل میں ہم لفظ ''اجتہاد'' کے لغوی و اصطلاحی تشریحات اور ماہرین لغت کی آراء پیش کرتے ہیں۔

اجتہاد کا لغوی مفہوم

اکثر علماء نے جہاں اجتہاد کی اصطلاحی تعریف بیان کی ہے وہی اجتہاد کا لغوی مفہوم کی بھی وضاحت کی ہے۔جَھد اور جُھد دونوں کا معنی طاقت ہے مگر بعض علماء نے اس مقام پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ ''جَھد'' کو مشقت اور ''جُھد'' کو طاقت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ذیل میں ہم ان تعریفات میں سے دو کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔علامہ ابوبکر محمد بن

* اسکالر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان برقی پتا: hafizmbilalsajid13123@gmail.com

تاریخ موصولہ: ۲۰۱۷/۲/۲۵ء

الحسن بن درید الازدیؒ اس لفظ کو وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جُھد' (ضمہ کے ساتھ) اور جَھد ' (فتح کے ساتھ) دونوں ایک ہی معنی میں فصیح لغتیں ہیں (جیسا کہ کہا جاتا ہے آدمی اپنی قوت، طاقت اور کوشش کو پہنچ گیا یعنی جب وہ اپنی انتہائی قوت و طاقت کو پہنچ گیا ہو۔'' (۱)

لفظ جہد کے لغوی مفہوم کو وضاحت کرتے ہوئے ''المحکم والمحیط الاعظم'' کے مصنف لکھتے ہیں:

جُہد (ضمہ کے ساتھ) اور جَہد (فتح کے ساتھ) دونوں سے مراد طاقت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جُہد ' (ضمہ کے ساتھ) سے مراد مشقت ہے اور ''جَہد'' (فتح کے ساتھ) سے مراد طاقت ہے۔'' (۲)

مذکورہ بالا لغوی تحقیق سے یہ باب ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ''جہد'' کوشش اور طاقت وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور جب یہ باب افتعال میں ڈھل جاتا ہے تو اس میں مبالغہ والا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ یہ کوشش کسی بھی معاملے میں ہوسکتا ہے چاہے وہ امر حسی ہو مثلاً چلنا یا کوئی کام کرنا وغیرہ وغیرہ یا وہ امر معنوی ہو مثلاً کوئی حکم بیان کرنا، نظریہ عقلی شرعی وغیرہ بیان کرنا۔

قرآن حکیم کی مختلف آیات میں 'جہد ' کا لفظ وارد ہوا ہے اور آیت میں اس کے معنی پوری طاقت خرچ کرنا اور ممکن حد تک کوشش کرنا ہی آئے ہیں۔

(۱) سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

''اور وہ لوگ جو (اللہ تعالی کی راہ میں دینے کے لئے) اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں پاتے''۔ (۳)

اس آیت میں اللہ تعالی کی مخلص بندوں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے۔ اور اس آیت میں 'جُھد'' کا لفظ محنت و مشقت اور استطاعت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۲) سورہ مائدہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

''اللہ سے ڈرو اللہ تعالی کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اسکی راہ میں کوشش و سعی کرو''۔ (۴)

۳) سورہ حج میں ارشاد باری تعالی ہے:

''اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے''۔ (۵)

یہاں جاھدو سے مراد جہد و جہد ہے اور جہاد کا لفظ بھی جہد و جہد اور انتہائی سعی و کوشش کے معنی میں استعمال ہو اہے۔ یہاں جہاد کا لفظ قتال (جنگ و فساد) کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے۔

۴) سورہ انعام میں منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

''اور وہ لوگ اللہ کے نام کی کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے ہیں''۔ (۶)

یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اور اس میں انکی ایک بری صفت یہ بیان کی گئیں ہے کہ وہ اہل ایمان کو یقین دلانے کے لئے جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں۔اس آیت مبارکہ میں لفظ 'جھد'' مبالغہ کا مفہوم دے رہا ہے۔

جس طرح قرآن پاک میں لفظ جھد مختلف آیاتوں میں استعمال ہوا ہے اسی طرح حدیث پاک میں بھی لفظ جھد مختلف مقامات میں وارد ہوا ہے۔

۱) صحیح بخاری میں حضرت ابی ھریرۃؓ سے مروی ہے:

''**عن ابی ھریرہؓ عن النّبی ﷺ قال اذا جلس بین شعبھاالاربع ثمّ جھدفقد وجب الغسل**''(۷)

مذکورہ روایت میں 'جھد' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور مراد کوشش ہے۔

۲) ایک مرتبہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ سے مختلف چیزوں کے بارے میں سوال کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے صدقے کے بارے میں بھی سوال کیا،''**قال فایّ صدقة افضل ،قال جُھد المعقل**''(۸)

سائل نے کہا کہ کس کا صدقہ سب سے افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا صدقہ جو پہلے ہی نہایت تنگدستی سے گزر بسر کر رہا ہو۔

۳) حضور اکرم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی (غار حرا میں) تو آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کو نزول وحی کا قصہ سناتے ہوئے فرمایا کہ مجھے فرشتہ نے دبایا:

''یہاں تک کہ اس کے دبانے نے مجھے مشقت میں ڈال دیا''۔(۹)

انفرادی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف:

مختلف ادوار میں علماء و ماہرین اصول فقہ نے اجتہاد کی مختلف تعریفیں بیان کیں ہیں،اگر چہ ان میں منافات یا تضاد نہیں ہے اور نہ ہی بظاہر لفظی فرق کے کوئی اور نمایاں فرق ہے۔لیکن پرانا دستور تھا کہ الفاظ کے چناؤ میں ایسی احتیاط برتی جائے کہ مقصد بھی پورا ہو جائے،بیان مدعا میں بدرت بھی آجائے اور میلان طبع کا اظہار بھی ہو جائے۔لہٰذ ذیل میں ہم ان تعریفات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

المجم الوسیط کے مصنف اجتہاد کی اصطلاحی تعریف کے متعلق لکھتے ہیں:

''یعنی فقہی اصطلاح میں اجتہاد سے مراد حکم (فرعی) شرعی کے متعلق ظن غالب حاصل کرنے کے لئے فقیہ کی پوری پوری سعی و کوشش کا نام اجتہاد ہے''۔(۱۰)

مطلب یہ کہ احکام شریعت معلوم کرنے کے لئے پوری محنت اور کوشش صرف کرنا یہ معلومات تفصیلی دلائل سے حاصل ہوتی ہیں جن کا مرجع کتاب وسنت،اجماع اور قیاس ہے۔یعنی مجتہد شرعی احکام کے علم کی طلب میں اس حد تک کوشش

کرے کہ خوداسکو یہ محسوس ہو کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے وہ اب عاجز ہے۔''

اجتماعی اجتہاد کامفہوم:

انفرادی اجتہاد کے لغوی واصطلاحی تعریف اوراس کے استعمال کے متعلق بحث کرنے کے بعد۔ہم اجتماعی اجتہاد کی مفہوم پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔اگر چہ اجتماعی اجتہاد کا عمل تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنھم اور تابعین کے زمانے میں شروع ہو چکا تھا لیکن اس فعل کو باقاعدہ کسی ادارے کے صورت دینے کا تصور بیسویں صدی ہجری میں ہی صحیح معنوں میں سامنے آیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی جتنی بھی تعریفیں بیان کی گئی ہے وہ بیسوی صدیں کے آخر میں سامنے آئی ہیں اوراب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اجتماعی اجتہاد کا عمل اس وقت امت مسلمہ کے ایک بڑے حصے میں مختلف اداروں،تنظیموں،جماعتوں اورحکومتوں کی سر پرستی میں جاری ہے۔لیکن اب تک اس عمل کی کوئی ایسی جامع و مانع تعریف بیان نہیں ہوئی ہے کہ جس پر سب علماء کا اتفاق ہو۔ اجتماعی اجتہاد پر شائع شدہ مختلف کتابوں،مقالہ جات،رسائل اور مضامین میں اسکی کئی ایک تعاریف بیان کی گئی ہیں ان تعریفوں میں بظاہر اختلاف بھی ہے لیکن یہ تنوع کا اختلاف ہے نہ کہ تضاد کا۔اجتماعی اجتہاد کا عمل اس وقت ساری اسلامی دنیا میں جاری ہے لیکن عملا اس کے تصورات میں اختلاف بہت کم ہے۔ذیل میں ہم اجتماعی اجتہاد کی دو تعریفات پیش کرتے ہیں۔

''فقہاء کی اکثریت کا کسی حکم شرعی کی بذریعہ استنباط تلاش میں انہیں صلاحیتوں کو کھپا دینا اور پھر ان سب کا یاان کی اکثریت کا باہمی مشورے کے بعد کسی شئی کے شرعی حکم پر اتفاق کرلینا اجتماعی اجتہاد ہے''۔(۱۱)

اس تعریف میں فقہاء کی اکثریت کی قیداس لیے لگائی گئی تا کہ اجتماعی اور انفرادی اجتہاد میں فرق واضح ہو سکے کہ اجتماعی اجتہاد فقہاء کی ایک جماعت کی بھرپور کوششوں کا نام ہے نہ کہ ایک فرد کی کوشش کا۔اس میں علماء کی اکثریت کے قید لگانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اجتماعی اجتہاد اوراجماع میں فرق واضح ہو جائے،اجماع میں کسی شرعی حکم پر امت محمدیہ ﷺ کے تمام مجتہد علماء کا اتفاق ضروری ہے جبکہ اجتماعی اجتہاد میں علماء کی ایک جماعت یا اکثر علمائے مجتہدین کا اتفاق بھی کافی ہے۔اوراگراس اجتماعی اجتہاد سے قائم شدہ رائے پر باقی تمام علماء بھی اتفاق کرلیں تو یہ اجماع بن جائیگا۔

ڈاکٹر یوسف القرجاوی اجتماعی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جدید مسائل میں ہمیں انفرادی اجتہاد کی بجائے اجتماعی اجتہاد کے منہج کو اختیار کرنا چاہئے اوروہ یہ کہ پیش آمدہ مسائل واقعات میں اہل علم کی ایک جماعت باہمی مشاورت کرتی ہے،خاص طور پر ان مسائل میں جو عمومی نوعیت کے ہوں اورعوام الناس کی اکثریت ان سے پریشان ہو''۔(۱۲)

اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ:

پارلیمنٹ (parliment) انگریزی زبان کا لفظ ہے۔یہ ماخوذ ہے فرانسیسی لفظ (parlemen) سے جس کا معنی گفتگو کرنا،بات کرنا اور بولنا ہے۔لہذا پارلیمنٹ سے مراد بحث ومباحثہ ہے۔آج کل پارلیمنٹ کا استعمال عموماً کسی خطہ ارضی میں

قائم ایک ایسی مجلس یا ہیئت کے لئے ہوتا ہے جو عوام کے منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل ہو اور ریاست کے مسائل سے بحث کرتی ہو۔ کچھ ممالک میں اس کو نیشنل اسمبلی یا سینٹ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ مشہور دائرۃ المعارف (Encyclopadia) وکی پیڈیا (Wiki pedia) میں پارلیمنٹ کی درج ذیل تعریف بیان کی گئی ہے:

''پارلیمنٹ سے مراد مقنّنہ یعنی مجلس قانون ساز ہے۔ جبکہ جدید معانی میں پارلیمنٹ سے مراد افراد کی ایک ایسی مجلس ہے جو کسی ریاست کے مسائل پر بحث کرنے کے لیے اکھٹی ہو۔'' (۱۳)

پارلیمنٹ سے مراد مقنّنہ یعنی مجلس قانون ساز ہے جبکہ آج کل اس سے مراد افراد کی ایک ایسی مجلس ہے جو کسی ریاست کے مسائل پر بحث کرنے کے لئے جمع ہو۔

علامہ اقبال کا نظریہ اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ

علامہ اقبال مرحوم برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم ایک مفکر اور فلسفی کے طور پر جانے جاتے ہیں علامہ صاحب ایک بہت بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ علامہ صاحب کے افکار و نظریات ان کی شاعری اور نثر دونوں اسالیب میں موجود ہیں۔ جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانان برصغیر کی تحریک آزادی میں روح پھونک دی تھی۔ ان کی شاعری نے مسلمانوں کو ایمان و یقین کے حقیقی جذبے سے سرشار کیا، مایوسی کو ختم کیا اور ان کے دلوں میں امید کے چراغ روشن کیے۔ حتی کہ کئی مفکرین اور علماء اقبال کی شاعری کو الہامی شاعری کا درجہ دیتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے شاعری کے علاوہ نثر میں بھی اپنی علمی آراء پیش کی ہیں۔ ان کی نثر میں معروف ترین کتاب ''خطبات اقبال'' ہے۔ یہ کتاب علامہ کے چند خطبات پر مشتمل ہے جو علامہ صاحب نے بیسوی صدیں کی تیسری دہائی میں تیار کیے تھے۔ انہی خطبات میں ایک خطبہ "The principle of Movement in the structure of Islam" یعنی اسلام میں اصولی حرکت کا تصور' کے نام سے ہے مترجمین خطبات نے اس خطبے کو 'اجتہاد' کا عنوان دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ صاحب نے اس خطبے میں 'اجتہاد' سے متعلق اپنے بعض تصورات پیش کیے ہیں۔

اقبالؒ نے اپنے 'خطبہ اجتہاد' میں پارلیمنٹ کے ذریعے اجتہاد کرنے کا نقطہ نظر پیش فرمایا ہے۔ علامہ صاحب کے نظریہ اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ پر بحث کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ علامہؒ کے ہاں اجتہاد کی جو تعریف یا مفہوم پایا جاتا ہے، ہم اختصار کے ساتھ اس کی تعریف کریں۔

''لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لئے کی جائے۔'' (۱۴)

ڈاکٹر اقبال مرحوم کا کہنا تھا کہ اگر کی مسلمان ملک کی پارلیمنٹ اتفاق رائے سے کسی مسئلے میں اپنی آزادانہ رائے کا اظہار کرتی ہے تو اسمبلی کا وہ فیصلہ اجماع کے قائم مقام ہوگا۔ اقبال مرحوم لکھتے ہیں:

"The Ijma. The third source of Muhammadan law is ijma which is in my opinion perhaps the most important legal notion in islam while invoking great academic dicussions in early Islam remained practically a mere idea and rarely assumed the form of a pemanent institution in any muhammadan country... It is however, exteremely satisactory to note that the pressure of new world-forces and the political experience of European nations are impressing on the mind of modren Islam the value and possibilites of the idea of Ijma, The growth of republican spirit and the gradual formation of legislative assemblies in Muslim lands constitute a great step in advance .The transfer of the power of ijtihad from individual representative of schools to a Muslim legislative assemblay which in view constributions to legal dicussions from laymen who happen to possess a keen insight into affairs.In this way alone can we stir into activity the dormant spirit of life in our legal system and give it an evolutionary outlook. In India however difficulities are likely to arise for it doubtful whether a non Muslim legislative assembly can excercise the power of Ijtihad. (۱۵)

لیکن علماء اصولین کے مطابق یہ تعریف درست نہیں ہے،اس لئے کہ'اجتہاد' کسی مسئلے کے بارے قرآن وسنت کی وسعتوں میں حکم شرعی کی تلاش کا نام ہے نہ کہ قرآن وسنت کو نظر انداز کرتے ہوئے آزادانہ رائے قائم کرنے کا جیسا کہ علامہ اقبالؒ کا خیال ہے۔علامہ اقبال نے اسی تعریف کے مطابق اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کا نظریہ پیش کیا کیونکہ پارلیمنٹ میں زیادہ تر ایسے امیدوار ہی منتخب ہوکر جاتے ہیں جو قرآن وسنت سے ناواقف ہوں۔حتی کہ ڈاکٹر اقبالؒ کے ہاں اگر کسی مسلمان ملک کی پارلیمنٹ اتفاق رائے سے کسی مسئلے میں اپنی آزادانہ رائے کا اظہار کرتی ہے تو اسمبلی کا وہ فیصلہ اجماع کے قائم مقام ہوگا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ صاحب اسلام کے بنیادی تصور'اجماع' سے بھی ناواقف تھے۔'اجماع' اصل میں مجتہدین کے اتفاق کو کہتے ہیں نہ کہ جاہلوں کے۔اور یہ بات بالکل عیاں ہیں کہ دنیا کے جمہوری نظام میں انتخاب کے طریقے سے مجتہدین پارلیمنٹ میں نہیں آتے بلکہ سیاستدان آتے ہیں۔دنیا کے زیادہ تر ممالک میں پارلیمنٹ یا اسمبلی کا ممبر بننے کے لئے کوئی تعلیمی معیار مقرر نہیں ہے اور پاکستان میں بھی یہی سلسلہ چلا آرہا ہے۔علامہ اقبالؒ کے اس نظریہ پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے ملک میں اجتہاد کا اختیار پارلیمنٹ کو دے دیا جائے تو پارلیمنٹ میں اکثر و بیشتر عوام کے جو نمائندہ ہوتے ہیں وہ اجتہادی صلاحیت تو دور کی بات ہے، دین کی بنیادی تعلیمات سے بھی ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ان حضرات سے اجتہاد کی امید رکھنا ایک بے کار خیال ہے۔

جلیل القدر علماء کا خطباتِ اقبال کو اسلام کے بنیادی واجماعی نظریات سے متصادم قرار دینا

علامہ اقبالؒ کے خطبات میں بالعموم اور خطبہ اجتہاد میں بالخصوص چند ایک ایسے افکار بھی موجود تھے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی قطعی نصوص اور امت مسلمہ کے اجماعی عقائد سے متصادم تھے۔اسی وجہ سے ان خطبات کو پیش کرنے کے

ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب پر مفتیان کرام کی جانب سے اعتراضات، استفسارات اور فتویٰ کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ علامہ مرحوم کے اکثر خطوط سے اس بات کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس مقالے کے پڑھے جانے پر ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا گیا تھا۔ اور ان کی تکفیر کا معاملہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔

عرب علماء کی ایک جماعت نے بھی اقبال مرحوم کے افکار کو کفریہ قرار دیا۔ اس کے متعلق ماہنامہ ساحل کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

> ''جامعہ ام القریٰ سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ 'محمد اقبال وموقفہ من الحضارۃ الغربیہ' الدکتور خلیل الرحمان ۱۹۸۸ میں شائع ہوا جس کی بنیاد پر عرب علماء نے اقبال کے کفر کے فتوے دیے اور جاوید اقبال کے بقول سعودی عرب میں ایک کانفرنس بھی علماء کی منعقد ہوئی۔'' (۱۶)

ڈاکٹر اقبال سے جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ان کے متعلق ماہنامہ ساحل کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

> ''اقبال سے جن حضرات نے اختلاف کیا ہے ان میں مولانا اکبر الہ آبادی، سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریابادی، خواجہ حسن نظامی اور مولانا مودودی جیسی جید شخصیتیں شامل ہیں۔'' (۱۷)

جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال کے استاذ جناب سید سلیمان ندویؒ کو خطبات کی اشاعت پسند نہ تھی۔

> ''سلیمان ندویؒ کو خطبات کی اشاعت پسند نہ تھی علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے کہا کہ اس کتاب کو شائع نہ کیا جاتا تو بہتر تھا۔'' (۱۸)

علامہ اقبال مرحوم کے نقطہ نظر اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کو علماء میں قبول عام حاصل نہ ہو سکا اور علماء نے عموماً پارلیمنٹ کی بجائے غیر سرکاری اداروں اور انجمنوں کے ذریعے ہی اجتماعی اجتہاد کے عمل کو آگے بڑھانے کی حوصلہ افزائی کی ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کا خطبہ اجتہاد پر تنقید:

سید صاحب ڈاکٹر اقبال کی کتاب کے عنوان کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ عنوان ہی سرے سے غلط اور اپنے مفہوم کے اعتبار سے بہت سی گمراہیوں کا حامل تھا۔ علامہ سیدؒ فرماتے ہیں:

> ''علامہ اقبال نے خطبات کا نام "Re-Construction" رکھا۔ مجھے اس پر اعتراض تھا، تعمیر نو یا تشکیل نو کا کیا مطلب؟ کیا عمارت منہدم ہوگئی، تشکیل نو کا مطلب دین کی از سر نو تعمیر کے سوا اور کیا ہے یعنی اسلام کی اصل شکل مسخ ہوگئی۔ اب اسے از سر نو تعمیر کیا جائے یہ دعوی پوری اسلامی تاریخ کو مسترد کرنے کے سوا کیا۔'' (۱۹)

جناب سید سلیمان ندویؒ نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے خطبہ اجتہاد پر بہت کڑی تنقید کی ہے۔ سید سلیمان ندویؒ، علامہ اقبال کے نظریہ اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قدیم علماء نے اجتہاد کے لئے جو شرائط طے کیں، وہ اقبال مرحوم کو عصر حاضر کے کسی فرد میں نظر نہ آئیں، تو انہوں نے اجتماعی اجتہاد اسمبلی کے ذریعے کرنے کا اجتہاد فرمایا۔ جب شرائطِ اجتہاد فرد میں نہیں پائی گئیں تو اسمبلی میں کیسے اکھٹی ہو سکتی ہیں، سو صفرا کھٹے ہو کر ایک کیسے بن سکتے ہیں، اسمبلیوں کے انتخاب کا تماشہ ہندوستان میں بہت دیکھا جا چکا، یہ اسمبلیاں کیسے اجتہاد کر سکتی ہیں؟ اسمبلی کے انتخابات کی بنیاد مساوات کے نظریے پر ہے تمام انسان برابر ہیں، ایک زمانہ تھا جب ہند میں صرف ٹیکس دینے والے ووٹ دے سکتے تھے وہ زمانہ بھی ختم ہو گیا، ہم پاکستان کی اسمبلی کو اجتہاد کے قابل نہیں سمجھتے، اس کے اراکین کا دینی علوم سے کیا تعلق۔ ایک آدھ استثناء چھوڑ دیجئے۔ اب علامہ اقبال مرحوم اور ایک بقال کا ووٹ برابر ہیں اور دونوں یکساں طور پر جمہوری عمل کے ذریعے اسمبلی کے ممبر بن سکتے ہیں، اب بقال، حمال، حجام اور موچی اجتہاد کریں گے۔'' (۲۰)

اس کے متعلق سید صاحب لکھتے ہیں:

''اجماعِ جمہور کو جمہوریت اور پارلیمنٹ کی اصطلاحات کے مساوی قرار دینا علوم اسلامیہ کی تاریخ سے کامل ناواقفیت کا اظہار ہے۔ یہ بھی خلط مبحث ہے، اسلام میں اجماع جہلاء کا نہیں ہے۔ اجماع علماء کا معتبر ہے عوام کا نہیں۔ یہ علماء کون لوگ ہوں گے اس کے بھی اصول طے ہیں۔ اجماع کو لادینی سیاسی نظام کے جمہوری ادارے پارلیمنٹ کا متبادل سمجھنا اقبال مرحوم کی بہت بڑی غلطی تھی۔ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس خیال سے رجوع کرتے۔'' (۲۱)

سید سلیمان ندویؒ نے اقبال مرحوم کے نظریہ اجتہاد کے بعد ان کے خطبات کے مصادر و مراجع پر بھی بڑا قیمتی نقد پیش کیا ہے سید صاحب کے بقول علامہ اقبال کسی بھی مسئلے پر اپنی فکر بنانے کیلئے عموماً یا تو مترجم کتابوں کا سہارا لیتے تھے یا علماء سے خط و کتابت کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کرتے اور پھر ان ناقص یا ثانوی معلومات کی بنیاد پر ایک فلسفہ بنا لیتے تھے۔ اس کے متعلق سیدؒ لکھتے ہیں:

''اقبال مرحوم کا فقہ اسلامی پر نقد مستشرقین کے زیر اثر بہت پیچیدہ اور گنجلک ہو جاتا ہے اور اکثر مقامات پر وہ انہی کی بات اپنے نام سے کرتے ہیں ان کا یہ کہنا کہ مالکی و شافعی فقہاء حقیقت پسند تھے، جبکہ حنفی فقہ تخیلاتی اور کلامی مباحث کا مجموعہ ہے، نہایت غیر علمی اور نہایت سطحی بات ہے۔ اصلاً وہ فقہ اسلامی قیمتی ذخیرے سے ناواقف تھے۔ ان پر انکی گہری نظر نہ تھی چند اہم مشہور کتابیں انہوں نے مترجم کے ذریعے پڑھ ڈالیں اور اس کمزور مطالعے کے بل پر لامحدود دعوے کر دیے۔ اقبال مرحوم کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ مختلف متحارب مکاتب فکر اور گروہوں کے لوگوں سے خط و

کتابت کرتے تھے اور اس خط و کتاب سے حاصل شدہ معلومات کے تبادلے سے کچھ مفروضات قائم کرکے اپنی ذہانت سے بعض غیر معمولی نتائج اخذ کر لیتے ان میں وہ علمی اہلیت نہیں تھی کہ ان نکات کی تائید و تصدیق متعلقہ کتب سے براہ راست کر سکتے، وہ علم کی بجائے تعقلی وجدان کے سہارے دین پر نقد کرتے تھے۔'' (۲۲)

خلاصہ:

علامہ سید سلیمان ندویؒ، اقبال مرحوم کے اس نقطہ نظر کے تانے بانے کو مغربی فکر سے جوڑتے ہیں اور یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ باطل نظریات مغرب کی اصطلاحات اور تصورات کے غلط فہم کی صورت میں فکر اقبال میں درآئے ہیں۔

کیا ڈاکٹر اقبال نے پہلی دفعہ اجتماعی اجتہاد کا تصور پیش کیا؟

اکثر ماہرین اقبالیات کا یہ کہنا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم نے پہلی دفعہ اپنے خطبہ اجتہاد میں اجتماعی اجتہاد کا تصور پیش کیا، لیکن اس دعوے میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تاریخی واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے خطبہ اجتہاد کی تالیف کا وقت بعض ماہرین اقبالیات کے ہاں ۱۹۲۰ء ہے جبکہ دوسرے بعض کے نزدیک ۱۹۲۲ء یا ۱۹۲۴ء ہے۔ اور اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ ۱۹۲۰ء کے بعد ہی علامہ اقبال مرحوم نے یہ خطبہ لکھا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں ۱۹۱۱ء میں ہی حکومتِ مصر کی جانب سے اجتماعی اجتہاد کے لئے مذاہب اربعہ کے علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی گئی تھی جو بعض عائلی قوانین، اجتماعی اجتہاد کے ذریعے مرتب کر رہی تھی۔ اس کمیٹی کا ایک مسودہ قانون ۱۹۱۶ء میں مصر سے شائع بھی ہو چکا ہے جو ۱۹۱۷ء میں دوبارہ تنقیح و تہذیب کے بعد شائع ہوا تھا۔ لہذا تاریخی اعتبار سے یہ بات بالکل بھی درست نہیں ہے علامہ اقبال کے خطبہ اجتہاد سے پہلے امت مسلمہ میں اجتماعی اجتہاد کا کوئی تصور ہی موجود نہ تھا۔ البتہ اقبال مرحوم کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کا تصور سب سے پہلے پیش کیا۔

اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ مختلف مکاتب فکر کے علماء کی نظر میں

پاکستان کے علمائے دیوبند اور اہل حدیث علماء نے علامہ اقبال کے اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کی بڑی سختی سے مخالفت کی ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان کے معروف حنفی عالم دین مفتی تقی عثمانی، اقبال کے نظریے کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے ہاں ایک اور گمراہ کن فکر جس کو بعض مفکرین نے اجاگر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اجتہاد کا حق پارلیمنٹ کو تفویض کر دیا جائے۔ اس فکر کے حاملین کا کہنا یہ ہے کہ جس پر پارلیمنٹ کا اتفاق ہو جائے وہ کسی بھی جدید مسئلے کو حل کرنے کا بہترین طریقہ ہے کیونکہ پارلیمنٹ کے اراکین کو عامۃ الناس اسی مقصد کے لیے منتخب کرتے ہیں۔ یہ فکر، معنی اجتہاد اور اس کے حقیقی مقتضیات سے جہالت یا تجاہل پر مبنی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اجتہاد محض عقلی رائے یا فیصلے کا نام نہیں ہے بلکہ

اجتہاد کا مطلب قرآن وحدیث کی بنیاد پر شرعی حکم معلوم کرنے کی کوشش ہے۔اور اس کے لئے تفسیر، حدیث فقہ اور اصول فقہ جیسے علوم میں پختگی ضروری ہے اور ان علوم میں رسوخ ہر اُیرے غیرے کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ شخص جو دوسرے علوم میں تو ماہر ہو لیکن اس نے علوم شرعیہ کو ان کے بنیادی مصادر سے نہ سیکھا ہو اس کے لئے بھی ان علوم کی خدمت کرنا ممکن نہیں ہے۔آج کل پارلیمنٹ کے اراکین اپنے دینی علم یا علوم شرعیہ میں رسوخ کی بنیاد پر منتخب نہیں کیے جائے۔لہذا پارلیمنٹ کے ان اراکین کو اجتہاد کا مقدس فریضہ حوالہ کرنا ان کو تکلیف مالا یطاق کا حامل بنانا ہے۔اور ایک خاص اور اہم دینی فریضے کو نا اہل لوگوں کے سپرد کرنا ہے۔'' (۲۳)

اسی طرح مشہور اہل حدیث عالم دین صلاح الدین یوسفؒ اس نظریے کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکثر لوگ پارلیمنٹ کو یہ حق دینا چاہتے ہیں، پچھلے دنوں علامہ اقبال کے حوالے سے اس تجویز کو بڑا اچھالا گیا تھا کہ اجتہاد کا حق پارلیمنٹ کو حاصل ہونا چاہیئے لیکن یہ ایک بالکل فضول تجویز ہے۔'' (۲۴)

عبدالرحمان مدنی کا نقطہ نظر، علامہ اقبال مرحوم اور کے نظریہ اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کے بالکل خلاف ہے۔مولانا کے بقول اگر پارلیمنٹ کو اجتہاد کا حق دے دیا جائے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اجتہاد کا حق علماء سے چھین کر عوام الناس میں بانٹ دیا جائے۔مولانا کے نزدیک صرف علماء اور قرآن وحدیث کے ماہرین ہی کر سکتے ہیں۔اس کے متعلق مولانا عبدالرحمان مدنی لکھتے ہیں:

''اجتہاد درحقیقت شرعی احکام ہی کی تلاش کا نام ہے، کوئی نئی شریعت وضع کر لینے کا نام نہیں۔لہذا اس سلسلہ میں ضرورتوں کے مطابق وہی لوگ رہنمائی دے سکتے ہیں جو قرآن وحدیث کی زبان اور اس کے علوم کے ماہر اور ان کی بھرپور بصیرت رکھتے ہوں۔'' (۲۵)

البتہ مولانا کے ہاں پارلیمنٹ جائز امور میں نظم ونسق قائم کرنے کے لئے قانون سازی کرسکتی ہے۔اس کے بارے میں مولانا صاحب لکھتے ہے:

''پارلیمنٹ کا دائرہ کار صرف مباحات تک محدود ہے اور اباحت کا بھی ایک پہلو چونکہ شرعی حکم ہونے کا ہے اس لیے اس پر نگرانی کتاب وسنت کی رہنی چاہیے۔جنگی تدابیر میں اُولی الأمر کو اجازت ہے کہ وہ مشورہ کے بعد کوئی سی بھی تدبیر اختیار کر لیں۔'' (۲۶)

مولانا صاحب ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ مباح امور میں قانون سازی کے وقت بھی پارلیمنٹ کو علماء کی رہنمائی حاصل ہونی چاہیے، تاکہ مباح امور میں قانون سازی کی نگرانی اور سرپرستی کر سکے۔

ڈاکٹر اسرار صاحب کے نزدیک پارلیمنٹ کے ذریعہ اجتہاد ہوسکتی ہے یہ اس صورت میں جبکہ اس کے ممبران درجہ

اجتہاد پر فائز ہوں۔یعنی ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں قانون سازی تو پارلیمنٹ ہی کرے گی اور پارلیمنٹ میں قانون سازی بذریعہ اجتہاد ہوسکتی ہے۔ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں اس وقت پارلیمنٹ میں قانون سازی ہورہی ہے،وہاں تو ان پڑھ لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ڈاکٹر صاحب مزید کہتا ہے کہ اگر پارلیمنٹ میں صرف علماء ہی نہیں محض مجتہدین جائیں تب تو انہیں اختیار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی کثرت رائے سے قانون سازی کرلیں اور یہ قانون سازی شریعت سے متصادم نہیں ہوگی۔اور اگر پارلیمنٹ میں مجتہدین نہ ہوں جیسا کہ ہر مسلمان ملک میں تقریباً ایسا ہی معاملہ ہے تو اس صورت میں پارلیمنٹ میں صرف مباحات کے دائرے میں قانون سازی کی اجازت ہوگی۔

پارلیمنٹ اگر ایک امر کو جائز قرار دے رہی ہو اور علماء اسے قرآن وسنت کی روشنی میں حرام کہنے پر مصر ہوں اس صورت میں اسلامی ریاست کی عدلیہ یہ طے کرے گی کہ قانون سازی میں قرآن وحدیث کے اصولوں سے تجاوز ہوا یا نہیں؟ اگر عدلیہ فیصلہ سنا دیتی ہے کہ تجاوز ہوگیا ہے تو قانون کالعدم ہوجائے گا لیکن عدالت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ نیا قانون بنائے بلکہ قانون پھر اسی پارلیمنٹ کو بنانا ہے جو قرآن وسنت کے دائرے کے اندر اندر ہو۔

ڈاکٹر یوسف صاحب کے ہاں علوم شرعیہ سے ناواقف اسمبلی ممبران کی پاس کردہ قراردادیں،قرآن وحدیث کے ماہر فقہاء ومجتہدین کی آراء کے بالمقابل قابل ترجیح ہوں گی کیونکہ سیاسی پارٹیوں کے شریعت سے ناواقف اسمبلی ممبران کا اجتہاد،اجتماعی اجتہاد ہے،جبکہ فقہاء ومجتہدین کا اجتہاد انفرادی اجتہاد ہے۔منتخب نمائندہ پارلیمنٹ،جمہور مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے اجتماعی اجتہاد کا فریضہ انجام دیتی ہے۔منتخب پارلیمنٹ کا اجتماعی اجتہاد،انفرادی اجتہاد سے کالعدم،منسوخ یا تبدیل نہیں ہوسکتا۔کوئی انفرادی اجتہاد چاہے کتنے بڑے مجتہد کا ہو،اجتماعی اجتہاد کی جگہ نہیں لے سکتا۔انفرادی اجتہاد کو پہلے اپنے آپ کو مسلمانوں کی نمائندہ منتخب پارلیمنٹ سے منوانا پڑے گا پھر وہ اجتماعی اجتہاد پر اثر انداز ہوسکے گا۔

ڈاکٹر صاحب کے بقول جمہور مسلمانوں کی منتخب پارلیمنٹ کا منظور کردہ آئین اس دور کی تعبیر شریعت پر مبنی اجتماعی اجتہاد ہیں اور اگر پارلیمنٹ کا کسی اجتہاد پر اتفاق ہوجائے تو اس کی حیثیت اجماع کی ہوگی جیسا کہ کسی بھی ملک کے آئین پر پارلیمنٹ کا اجتہاد ہوتا ہے لہذا ریاست کے آئین کی مخالفت یا اس کی تنسیخ یا اس میں تبدیلی اجماع امت کی خلاف ورزی کے قائم مقام ہے۔

خلاصہ:

اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ جائز نہیں کیونکہ پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت شرعی علوم کی الف،ب سے بھی واقف نہیں ہوتی چہ جائے کہ ان کی تقلید کی جائے۔اجتماعی اجتہاد بذریعہ جمہوری طریقے سے منتخب پارلیمنٹ کا تصور اسلام کی روح کی منافی ہے۔ہاں البتہ علماء وفقہاء اور ماہرین فن پر مشتمل ایک ایسے ادارے کو اجتماعی اجتہاد کے فریضے کو سونپا جاسکتا ہے،جو

علم، عدالت، فقاہت اور صلاحیت کی اسلامی بنیادوں پر قائم ہوں۔ پھر چاہے اس ادارے کو کوئی بھی نام دے پارلیمنٹ کہہ لیں یا سینٹ، مجلس اہل حل عقد کا نام دے یا مجلس شوریٰ کا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مراجع وحواشی

۱۔ ابن درید محمد بن الحسن بن درید الازدی ابوبکر علامہ، جمهرة اللغة، ج:۱،ص:۲۲۱ المکتبۃ الشاملہ الاصدارت الثالث، س۔ن

۲۔ ابن سیدہ علی بن اسماعیل ابوالحسن، المحکم و المحیط الاعظم، جلد:۴،ص:۱۵۳، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء

۳۔ التوبہ ۹:۷۹　۴۔ المائدہ ۵:۳۵　۵۔ الحج ۲۲:۷۸　۶۔ الانعام ۶:۱۰۹

۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التقی الختانان، رقم الحدیث:۲۸۲، بیروت، دار ابن کثیر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ،

۸۔ نسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب الزکوٰۃ، باب جهد المعقل، رقم الحدیث:۲۴۷۹، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء

۹۔ الصحیح البخاری، کتاب الوحی، حدیث ۳ محولہ بالا۔

۱۰۔ (۱) انیس، ابراہیم محمد بن خلف اللہ، المعجم الوسیط، ج:۱،ص:۱۴۲، طہران، انتشارات ناصر خسرو، س۔ن،

۱۱۔ ڈاکٹر عبدالمجید السوءسوہ، الاجتهاد الجماعی فی تشریع الاسلامی، ص:۴۶، الدوحہ قطر، وزارۃ الاوقاف والشوؤن الاسلامی، طبعۃ الاولی، ۱۹۹۷ء

۱۲۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، الاجتهاد الجماعی فی الشریعة الاسلامی، ص:۱۸۲، الکویت، ناشر دارالقلم، س ن

۱۳۔ http:en.wikipedia.org/wiki/parliament

۱۴۔ ڈاکٹر محمد اقبال، تشکیل جدید الهیات اسلامیه، سید نذیر نیازی (مترجم)، ص:۲۲۲، لاہور، بزم اقبال کلب روڈ، جنوری ۲۰۰۰ء

۱۵۔ Alamo Muhammad Iqbal Doctor, The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam.p.117, 1930

۱۶۔ ماہنامہ ساحل، اقبال نے خطبہ اجتہاد کی اشاعت کا ارادہ ترک کر دیا تھا، ص:۱۲، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۶ء　۱۷۔ ایضاً، ص:۱۰

۱۸۔ ایضاً، ص:۳۹　۱۹۔ سہ ماہی اجتہاد، خطبات اقبال کا ناقدانہ جائزہ، ص:۱۶۲ اسلام آباد، جون ۲۰۰۷ء،

۲۰۔ ایضاً، ص:۵۵　۲۱۔ ایضاً، ص:۶۰۔۶۱　۲۲۔ ایضاً، ص:۵۸

۲۳۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، الاجتهاد الجماعی، ص:۱۰۔۱۱، کراچی، مکتبۃ المعارف، ۲۰۰۲ء

۲۴۔ سہ ماہی منہاج، اجتہاد علماء کی نظر میں، ص ۲۸۷ (سوالات و جوابات) لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری جنوری ۱۹۸۳ء

۲۵۔ مولانا عبدالرحمان مدنی، تعبیر شریعت اور پارلمینٹ، ص:۲۱، لاہور، مجلس التحقیق الاسلامی، ۲۰۰۵ء

۲۶۔ ایضاً، ص:۵۷